ارشاد الحایر الی حکم ارض الحایر

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ

الحمد للہ کہ درین اوان سعادت اقتران رسالہ انیقہ و عجالہ رشیقہ کہ عمر
فرش مترشحہ اما [illegible] و نورافزاے نظر اہل تحقیق ست اعنے

ارشاد الحکام الی احکام الاراضی

سنہ ۱۳۱۴ھ
۱۸۹۷ع

حسب الارشاد عمدة الاعیان رکن الارکان رفیع المکان منیع الشان المتمسک بالثقلین
جناب الحاج سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل ریاست جیپور دام اقبالہم العالی و دام الایام واللیالی

در مطبع مطلع الانوار طبع شد

دفعہ اول ۵۰۰ جلد
کاغذ اعلیٰ ۲ — اوسط ۱

باسمہ سبحانہ تعالیٰ شانہ

اشتہار طبع کتاب عبقات الانوار مجلد حدیث مدینۃ العلم

یہ مژدہ وہ ہے کہ جس سے غنچہ دل مومنین کھلجائے اور ہر مشتاق سجدہ شکر بجالاسے ۔
الحمد للہ کہ بتوجہ عمدۃ الاطیاب وعین الاعیان وسلالۃ الانجاب ورکن الارکان الحاج للحرمین
الشریفین جناب سید جعفر حسین صاحب دام حشمتہم وشوکتہم حدیث مدینۃ العلم کا طبع ہونا
شروع ہوگیا ہے یہ بفضلہ تعالیٰ یکم رمضان المبارک [illegible] طبع ہو چکی چونکہ اسکی طبع کا
اہتمام پیشگاہ جناب سابق الالقاب سے مطبع [illegible] کو ملاہے تو جو جو شائقین ہیں
اونکی ملاحظہ کے لیے بعد ختم انشاء اللہ تعالیٰ کتاب عالی نصاب مطبع سے بھیجی جائیگی فقط
مہتمم مطبع کو ایک کارڈ سے یاد کریں ۔ اور دوسرے [illegible] کو بھی یہ مژدہ پہونچائیں
الٰہی توفیق دین پروری رفیق رہے ۔

اشتہار طبع نزہہ اثنا عشریہ جلد سوم

تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز کے بارہ باب ہیں ۔ ہر چند اس کتاب کے علماء اہل حق نے متعدد جواب لکھے ہیں
لیکن جو جواب آیۃ اللہ فی العالمین جناب میرزا محمد صاحب دہلوی جعل اللہ الجنۃ مثواہ نے لکھا تمام جوابوں سے اول ہے
اور اوسکے مصنف مرحوم نے نام اسکا نزہہ اثنا عشریہ ملقب بہ نصرۃ المومنین کیا ۔ اس کتاب کی کہ جو بارہ جلدونکی
صرف تین جلدیں طبع ہوئی ہیں جلد اول جلد چہارم جلد نہم ۔ بالفعل میں چاہتا ہوں کہ جلد سوم کے طبع کی سعادت مجھے نصیب ہو
اور بعض روسا مومنین کو اس عزم سے اطلاع بھی دی ہے اب ایک اور بھی ارادہ ہے کہ اگر مومنین کو التفات ہو تو
ایک ایک وو دو جزء جو چھپتے ہیں بھیجے جائیں جو حضرات کتاب پوری طبع ہو کر پہونچنا پسند فرماویں اونہیں بعد طیاری بھیجی جاوے
یا ماہانہ جسقدر طبع ہو بذریعہ ویلیو روانہ ہوا کرے ۔ امید ہے کہ ایک کارڈ بھیجکر رای عالی سے مطلع فرماویں
اور اندازہ اشتیاق اور دردِ دینی کی ظاہر کرنے میں دریغ نفرماویں

المشتہر

سید مظفر حسین مالک مطبع مطلع الانوار لکھنؤ نخاس

یہ رسالہ خاص شیعوں کے لیے ہے دوسرے مذہب والے نہ ملاحظہ کریں

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ

الحمد للہ کہ درین اوان سعادت اقتران رسالۂ انیقہ و عجالۂ رشیقہ کہ ہر حرفش سرمۂ چشم اہل تدقیق و نور افزاے نظر اہل تحقیق ست اعنی

ارشاد الحائر الی حکم اراضی

سنہ ۱۳۱۴ھ
۱۸۹۷ع

حسب اشارت عین الاعیان رکن الارکان رفیع المکان منیع الشان المتمسک بالثقلین جناب الحاج سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل ریاست جیپور دام اقبالہم العالی و دام الایام و اللیالی

در مطبع مطلع الانوار طبع شد

دفعہ اول ۵۰۰ جلد
کاغذ اعلیٰ ۔ ۱ر اوسط ۱ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ مستحق الحمد والثناء والصلوۃ والسلام علی رسولہ اشرف الانبیاء والہ الکرام البررۃ الاتقیاء خزان وحیہ وحفظۃ سرہ اللہامیم الامناء وورّاث الارض بحکم رب السماء اما بعد

ارباب فہم اور علم دوست حضرات واقف ہین کہ حضرات اہل سنت شیعون کے مقابلہ مین اہلبیت اطہار صلوات اللہ علیہم مادام اللیل والنہار کی محبت وتعظیم کی بڑی بڑی لن ترانیان ہانکتے ہین اور فرمایا کرتے ہین کہ ہم اور ہمارے پیشوا آل نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فدای اور جان نثار ہین اور ہمیشہ تعظیم اور توقیر واحترام سے پیش آتے رہے ہین لیکن ان امور کو وہی شخص تسلیم کرسکتا ہے جو ان حضرات کی کتب کے سیر یا فہم سے قاصر ہی اور جسنے اُن کے متقدمین اور پیشواون کے حالات اور اُنکی معتبر علماء کے اقوال متعلق بہ اہلبیت مصطفوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم دیدہ بصیرت واکرکے ملاحظہ کئے ہین وہ بخوبی واقف ہے کہ یہ سب زبانی جمعخرچ ہین۔ اسوقت مجھی صرف ایک مثال پیش کرنا مقصود ہی جس سی بآسانی میری دعوی کی تصدیق ہوسکتی ہے خامس آل عبا فرزند رسول الثقلین امامنا وامام الخافقین ابو عبد اللہ الحسین ع

کی شہادت کا واقعہ ایسا غم افزا اور جان گزا ہے جسکی نظیر اسلام مین کیا عالم مین
نہین نظر آتی اور جسکی یاد سے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے دوستون
کا کیا ذکر ہے بہت سی غیر مسلم لوگ بھی اشک خونین بہاتے ہین مقتضای
محبت یہ تہا کہ اس واقعہ پر اظہار رنج و افسوس کیا جاتا اور جن بیدینون نے اپنی نبی کے
نواسے اور اسکی ذریت کو قتل اور اسیر کیا اُنسے برأت و ناراضی ظاہر کیجاتی
لیکن افسوس ہے کہ علمای حضرات اہلسنت نے بالکل اسکی مخالف برتاؤ کیا ہے
اور ہمہ تن اس امر کی کوشش کیجاتی ہی کہ اہل اسلام اس واقعہ ہی کو نسیاً منسیا کر دین جسکی
وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے صاف طور پر اُن تدبیرون اور کوششون کے نتیجہ
کو ظاہر کر دیا ہے جو بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ انکے اہل بیت کی ایذا رسانی
اور ہر طرح اُنہین مغلوب و مقہور کرنیکی متعلق شروع کی گئین تھین اور جنکی
ابتداء علی مرتضی کو جانشینی رسول سے محروم کرنیکے روز ہوئی اور پوری کامیابی واقعہ
کربلا سے ہوئی چنانچہ امام اہلسنت غزالی وغیرہ نے امام حسین کی قتل کی روایت کی ذکر
تک کو حرام کر دیا ابن حجر مکی کتاب صواعق محرقہ مین لکھتے ہین قال الغزالی وغیرہ
ویحرم علی الواعظ وغیرہ روایة مقتل الحسین وحکایاتہ وما جری بین الصحابة
من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابة والطعن فیہم ترجمہ کہا
امام اہلسنت غزالی وغیرہ نے کہ واعظ اور غیر واعظ پر حرام ہی ذکر شہادت حسین اور حکایات
اسکی شہادت کی اور جو کچھ کہ اصحاب مین اختلاف و جھگڑا واقع ہوا ہی اسلیئے کہ ضرور یہ
ذکر برانگیختہ کرتا ہی دشمنی صحابہ پر اور انمین طعن کرنے پر۔ اور امام غزالی صاحب نے
یزید پر لعنت کرنے سے منع کر دیا اور اُسے مومن قرار دیا ہے اور اُسکی حق مین مسلمانون

سے استغفار کی کرنیکی استدعا کی ہی بلکہ یہانتک حق پوشی کی ہی کہ یزید کو قتل امام حسینؓ سے
بری کردیا ہی اور بعد ازان پھر یہ بھی تسلیم کرلیا ہی کہ اگر یہ امر ثابت بہی ہو تو بھی اصول
مذہب اہل سنت کی روسے یزید کافر نہین ہوسکتا۔ چنانچہ امام اہلسنت غزالی صاحب
سے ایک مسئلہ مین استفسار کیا گیا تہا کہ جو شخص یزید پر لعنت کری وہ فاسق ہوگا
یا یہ فعل جایز ہی۔ اور آیا یزید نے امام حسین کے قتل کا قصد کیا تہا یا نہین اور آیا یزید پر رحمت
بھیجنا چاہئے۔ یا سکوت کرنا چاہئی۔ امام غزالی صاحب نے امر اول کا یہ جواب دیا کہ لا
یجوز لعن المسلم اصلا ومن لعن مسلما فہو الملعون یعنی مسلمان پر لعن کرنا جائز نہین
اور جو لعن کرے وہ خود ملعون ہے اور اسی ضمن مین لکھتے ہین ویزید صح اسلامہ
یعنی یزید کا اسلام صحت کے ساتھ ثابت ہوا ہی۔ امر دوم کا یہ جواب دیا کہ وما صح قتلہ
الحسین رضی اللہ عنہ ولا امرہ بہ ولا رضاہ ومہما لا یصح ذلک منہ ولا
یجوز ان یظن ذلک بہ فان اساءۃ الظن بالمسلم ایضا حرام یعنی یزید کا
امام حسینؓ کو قتل کرنا اور قتل کا حکم دینا اور اس فعل پر راضی ہونا صحیح طور پر ثابت نہین
ہوا اور جائز نہین کہ یزید کیطرف ایسا گمان کیا جاوے اسلئے کہ مسلمان کیطرف
گمان بد کرنا بہی حرام ہی۔ پھر اسی سلسلہ مین لکہتے ہین ومع ہذا فلو ثبت علی مسلم
انہ قتل مسلما فمذہب اہل الحق انہ لیس بکافر والقتل لیس بکفر بل ہو معصیۃ
یعنی باوصف ان امور کے پس اگر کسی مسلمان پر ثابت ہو کہ اُسنے مسلمان کو قتل
کیا پس اہل حق (یعنے اہل سنت) کا مذہب یہ ہی کہ وہ کافر نہین اور قتل کرنا کفر نہین بلکہ
گناہ ہے۔ اور تیسری سوال کا جواب حسب ذیل امام غزالی نے تحریر کیا واما الترحم
علیہ فجائز بل ہو مستحب بل ہو داخل فی قولنا فی کل صلوۃ اللہم اغفر

للمومنین والمومنات فانہ کان مومنا- یعنی اولیکن یزید پر رحمت بھیجنا پس
جایز بلکہ مستحب ہے بلکہ وہ ہماری اس قول مین کہ جو ہم نماز مین کہتی ہین داخل ہی
کہ بارالہا بخش دے مومنین اور مومنات کو کیونکہ یزید مومن تھا- (وفیات الاعیان
صفحہ ۱۳۴ جلد اول) لیکن امام غزالی صاحب کی ہم بہت ممنون ہین کہ اُنھون نی صاف طور
پر یہ امر تسلیم کرلیا کہ واقعہ شہادت فرزند رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ کے
بغض پر برانگیختہ کرتا ہے کیونکہ اب اسکے بعد کسی صاحب فہم کو اسباب مین شبہ باقی
نہین رہ سکتا کہ شہادت امام حسینؑ مین صحابہ کی تدبیر اور کوششین شامل تہین اور مضمون
ساے ای کشتہ سقیفہ و صحرای کربلا ٭ بہت حق و راست ہی جب ہی تو اس واقعہ کے
ذکر سے صحابہ کی دشمنی پیدا ہونی کا یقین ہوا- اور اہل سنت کی غوث اعظم یعنی
پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے تو اپنی باطنی خیال کو اور بھی اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے کہ
اور مسلمانون کو حکم دیا ہی کہ بروز شہادت امام حسینؑ عید منانا اور اظہار خوشی و شادمانی
کرنا چاہئے (دیکھو کتاب غنیۃ الطالبین)

اور حضرات اہل سنت کے عالم ربانی و بحر صمدانی سند السالکین و منقذ الہالکین برہان
اجلاء العارفین المقربین یعنی شیخ محیی الدین عربی نے سب سے بڑھ کر یہ کام کیا
کہ اپنی عقیدہ کو بالکل عالم آشکارا کردیا کہ پناہ بخدا یزید ملعون خلیفہ وقت تھا اور
امام حسینؑ باغی تھے (فض اللہ فاہ) اس عقیدہ کا یہی نشا ہی ہے کہ لوگ اس
واقعہ کی طرف توجہ نکرین جس سے بری دور تک الزام پہونچتا ہی چنانچہ ابن حجر مکی
منح مکیہ مین ابن عربی کا یہ قول نقل کرکے کہ لَم یَقتُل یَزِیدُ الحُسَینَ اِلّا بِسَیفِ
جَدِّہٖ رقمطراز ہین بحسب اعتقادہ الباطل انہ الخلیفۃ والحسین باغ علیہ یعنی

یہ قول بموجب ابن عربی کے اس باطل عقیدہ کی ہے کہ یزید خلیفہ تہا اور حسینؑ اُس پر بغاوت کرنیوالے تھے۔

متوکل جو سلاطین عباسیہ سی تہا اور جسکی خلافت کو علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ بھی صحیح شمار کرتے ہین انہین خلیفہ صاحب نے تو نشان قبر مطہر امام حسین علیہ السلام تک کو مٹا دینے کی کوشش کی تہی لیکن چونکہ حق تعالی کو اپنی محبوب کی پیاری نواسے کی وہ خدمت جو اسنے سخت ترین مصائب برداشت کرکے اُسکی راہ مین کی اور جسکی سبب سے ایمان کی بنا قایم و استوار ہو گئی اور دین خالص نفاق وفسق سی عام طور پر ممتاز ہو گیا ایسی پسندہ و محبوب ہوئی ہے جسکا ادنی صلہ دنیا مین یہ عطا فرمایا ہے کہ قرنا بعد قرن اور جیلا بعد جیل اس امام مظلوم کے واقعات شہادت بیان ہوتے رہینگی اور اُسکی نانا کے سچے کلمہ گو اُس بیکس کی عزاداری اپنے عزیز ترین لوگون کی تعزیت سی بدرجہا بڑہکر کرتے ہین اور کرتے رہینگے اور مزار فائز الانوار کی رونق اور آبادی یوماً فیوماً متزاید ہوتی رہیگی اور ہوتی ہے لیکن ہماری حضرات اہل سنت پر یہ امر بہت شاق گذرتا ہے کیونکہ یہ سب باتین اونکی منشا اور مطلوب کی بالکل خلاف ہین۔ اور ان فکر و تمنا مین رہا کرتے ہین کہ اس یادگار رسم عزاداری کو مٹانا چاہیے چنانچہ اس باب مین مختلف حیثیت کی تحریرین ہر زمانہ مین شائع کرتی رہتی ہین اور کبھی اپنی کتب سی بطور تحقیق کے حملے کیے جاتی ہین اور کبھی اعتراضات الزامی رقم ہوتے ہین اور بمصداق ؎ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ؂ فی الحال ملک پنجاب کے ایک سنی عالم صاحب کو یہ سوجھی کہ ایک سوال شائع کیا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ علماء شیعہ کی اقوال کیموافق زمین کربلا غصبی قرار پاتی ہی اور معاذ اللہ امام حسینؑ

علیہ السلام نے جو اسکو خریدا تو یہ معاملہ جائز نہتا اور جو کچھ آنجناب نے اس زمین پر تصرف کیا وہ غیر
صحیح ہے پس دور دور مقامات سے لیجا کر شیعوں کی میتیں کیوں وہاں دفن کیجاتی ہیں ظاہرا
ایک منشا اس سوال کا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سائل صاحب نے بدانست خود عوام شیعہ کو
ارض مقدس کربلا پر تصرف کرنے سے روکنا چاہا ہے تاکہ روز بروز اس ارض پاک کی جو معموریت اور
آبادی بڑہتی جاتی ہے وہ شاید اسی ذریعہ سے کچھ کم ہو لیکن انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ جس امر کی
وہ متمنی ہیں تا قیام قیامت بھی وقوع میں نہ آئیگا اور ایسے لاطائل و زخرف شبہات پر عوام بھی
توجہ نکرینگے اور سائل صاحب کا اس سوال سے ایک در مقصد بھی ہے جو جواب میں ظاہر کیا گیا ہے بہرحال چونکہ
یہ سوال اپنی حیثیت میں ظاہرا ایک نئی قسم کا ہے سائل صاحب نے اسکے جوابکو عقدہ لاینحل جانا ہے اور جوابکی طالب
ہوے ہیں اسیلئے میں بسبب ایک حامی دین مبین نے دام اللہ ظلالہم باختصار انکی شبہہ کی رد میں چند وجوہ قلمبرداشتہ رقم
فرمائی ہیں جس سے امید قوی ہے کہ ناظرین پر حیثیت اس سوال کی ظاہر ہوجائیگی بعینہ سوالکو مع جواب باصواب کی نقل کرتا
ہوں وانا العبد المتمسک بالثقلین مظفر حسین حشرہ اللہ مع النبی والہ المصطفین

چہ میفرمایند علمای شیعہ درین مسئلہ

کہ زمین کربلا جو بعہد خلافت خلیفہ ثانی بقہر و غلبہ مفتوح ہوئی تھی اور حضرت سبطین رضی اللہ
عنہما اس جہاد میں حسب تصریح مورخین فریقین شریک جہاد تھے چنانچہ کتب شیعہ مثل
شرائع الاسلام و جواہر الکلام سب میں اسکی تصریح لکھی ہے کہ سواد عراق بقہر و غلبہ مفتوح ہوئی
اور اسکی خرید و فروخت اور ہبہ و رہن و وقف وغیرہ کچھ بھی جائز نہیں ہے اسلئے کہ مال جملہ
مسلمانوں کا ہے پھر اسکا خرید کرنا زمینداران نینوا سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا کیونکر جائز
تہا اور چار میل مربع مسافت کو خرید کرکے خاص اپنے شیعوں پر وقف کردینا جیسا کہ کتب مصنفہ
میں درج ہے کس مذہب کی رو سے درست ہوا مذہب شیعہ کی تمام علما کا ایسی زمین میں

تصرف کرنی پر اتفاق ہی بلکہ خود سواد عراق کی تصریح کرکی اسکو تحریر کرتی ہین اور ایسی ہین کی نظیر سواد عراق دیتی ہین اور ایضاً اسمین دفن ہونا شیعون کا اور دور دور سی اپنے مردونکا لیجانا کیونکر جایز ہوگا۔ اسلئی کہ غصب حقوق مسلمین کرکی اوسپر امیدوار مغفرت ہونا اور غصبی زمین مین دفن ہوکر فشار قبر سے امان پانا اگر یہی مذہب ہے، تو بنا بر مذہب شیعہ حضرات شیخین نے بہی بوجہ دفن ہونے روضہ نبی صلعم کی جو شیعونکی نزدیک غصب حق ورثہ ہی یا غصب حقوق مسلمین ہی فشار قبر سے نہواہوگا سائل امیدوار ہے کہ جواب اسکا قابل اطمینان عام مسلمانونکی تحریر فرمایا جاوی بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

خرید فرمانا جناب سید الشہدا علیہ وعلی آبائہ وابنائہ الاف التحیۃ والثنا کا ارض کربلائی معلی کو بنا بر مذہب اہل حق محل اشکال نہین ہی بچند وجہ **اول** یہ کہ تمامی سواد عراق کا ارض مفتوحہ عنوۃً ہونا (یعنی وہ زمین جو بقہر وغلبہ مفتوح ہوئی ہو) امر مسلم نہین ہی بلکہ حضرات اہل سنت کی معتبر کتب سی یہ امر واضح ہوتا ہی کہ زمین سواد کا حصہ وافر بصلح فتح ہوا ہی چنانچہ کتاب الخراج ابو یوسف وفتوح البلدان بلادری وتاریخ طبری وتاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ سی واضح ہوتا ہے کہ بانقیا بسما الیس انبار اور عین التمر اور حیرہ اور اسکی حوالی کی زمینین بصلح مفتوح ہوئی ہین اور بقہر غلبہ انپر تصرف نہین ہوا جسکے باعث اُن اراضی کو مفتوح عنوی کی حکم مین داخل کیا جاسکے اور اس امر کی کہ ارض سواد کا حصہ وافر بصلح مفتوح ہوا تہا تائید اُس خط سے بہی ہوتی ہی جسی سعد بن ابی وقاص نے خلیفہ ثانی کے پاس قادسیہ کی راہ سی بہیجا تہا اور جسمین لکہا تہا وان جمیع من صالح المسلمین من اہل السواد قبل الب لاہل فارس۔ بتحقیق کہ تمام وہ لوگ اہل سواد کی جنہون نی مسلمانون سی صلح کرلی تہی اور میری

طرف ہین وہ سب آمادہ جنگ ہین اہل فارس ہی اور یہ خط سعد کا تاریخ طبری مین مذکور ہی لہذا ممکن ہے کہ کربلا بھی اُسی ارض صلح مین ہو۔ خصوصًا اس لحاظ سی کہ حیرہ سی یہ مقام بہت زیادہ بعید نہین ہی اور ارض صلح کی بیع و شرا مطلقا جایز ہی جیسا کہ شرائع الاسلام مین مذکور ہے وکل ارض فتحت صلحًا فہی لاربابہا وعلیہم ما صالحہم الامام وھذہ تملک فیصح بیعہا والتصرف فیہا بجمیع انواع التصرف اور تمام زمین جو مفتوح بصلح ہو وہ اُسکی مالکون کے لئے ہی اور اُن پر لازم ہوگا وہ جسپر اُنسی مصالحہ کری امام اور یہ زمین ملکیت مین آسکتی ہی پس صحیح ہوگی بیع اُسکی اور تصرف کرنا اسمین بجمیع اقسام تصرف (دوسرے) یہ کہ جب بالخصوص ارض کربلا معلی کا مفتوح عنوۃ ہونا ثابت نہین ہی تو ممکن ہی کہ یہ ارض اس قبیل سی کہو جسکے اہل طوعًا من قبل نفوسہم بلی قتال اسلام لے آئے اور ظاہر ہی کہ ایسے ارض کی بیع و شرا بلا اشکال جائز و سائغ ہے علامہ حلی علیہ الرحمہ کتاب منتہی المطلب مین تحریر فرماتی ہین القسم الثانی من الارض ارض من اسلم اھلہا طوعا من قبل نفوسہم من غیر قتال فتترک فی ایدیہم ملکا لھم یصح لھم التصرف فیہا بالبیع والشراء والوقف وسائر انواع التصرف دوسری قسم زمین کی وہ زمین ہی کہ جسکے مالک اسلام لی آئی ہون بخوشی خود اپنی ہی طرف سے بغیر قتال واقع ہوئی پس چھوڑ دیجائیگی وہ زمین اونکی ہاتہ مین درحالیکہ وہ ملک ہوگئی انکی صحیح ہوگا اُنہین تصرف کرنا اسمین بنا بہ بیع و شرا کے اور وقف اور جمیع اقسام تصرف کے (تیسری) یہ کہ ممکن ہی کہ یہ ارض ارض انفال سی ہو جو مخصوص امام علیہ السلام ہے اور امام علیہ السلام کو بیع و شرا ایسی ارض کی جائز ہے علامہ حلی علیہ الرحمہ منتہی المطلب مین رقم فرماتے ہین القسم الرابع ارض الانفال وہی کل ارض انجلی اھلہا عنہا وترکوھا او کانت مواتا لغیر المالک فاحییت

او کانت اجاماً او غیرها مما لا یزرع فاستحدثت مزارع فانها کلها للامام لیس لاحد
معه فیها نصیب وکان له التصرف فیها بالقبض والهبة والبیع والشراء حسب
ما یرا (چوتھی قسم زمین انفال کی یہ ہے وہ زمین ہے جس سے اُسکی رہنے والے نکل گئی ہون
اور اسے چھوڑ گئے ہون یا وہ زمین نا آباد ہو بغیر مالک کی پس اُسے آباد کیا جائے یا
نیستان وغیرہ ایسے اقسام سے ہو جسمین زراعت نہو لی تہو اور جدید کاشت کی جاوے
پس وہ تمام امام کیلیے ہین نہین کسی کیلیے امام کے ہوتی سوی اُسمین حصہ اور صحیح ہوگا امام
کیلیے اسمین تصرف قبض و ہبہ اور بیع و شرا سے جیسا کہ اُسکی رائے ہو) پس بنا برین مول لینا
جناب امام حسین علیہ السلام کا اُس زمین کو یا شراء حقیقی ہوگا بفرض صحت ملک متصرفین
یا ظاہری ہوگا بنا بر فرض عدم بنظر احتیاط و استطابت قلوب متصرفین کما سنشیر فیما
بعد ایضاً انشاء اللہ تعالی اور موید ہے اس امر کی کہ کربلا ارض انفال سے ہے منجلی ہو جانا
اکثر اہل سواد کا بعد جنگ قادسیہ کے جیسا کہ تاریخ طبری مین زیر عنوان ذکر احوال اهل
السواد مفصل مذکور ہے چوتھے اگر تسلیم ہی کر لیا جائے کہ ارض کربلا ارض مفتوح
عنوۃً مین شامل ہے لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ کل سواد عراق بلکہ تمام وہ زمینین جو خلفاء
ثلاثہ کے وقت مین مفتوح ہوئین باذن معتبر امام اصل یعنی امیر المومنین علیہ السلام مفتوح
نہین ہوئین اور اُن جناب سے اذن بحیثیت امام اصل ہونیکی حاصل نہین کیا گیا بلکہ مطلق
آنجناب سے اذن لینا بھی اس باب مین ثابت نہین ہے اور خرید و فروخت اور دیگر تصرفات
مطلقاً اگر جائز ہین تو اُسی ارض کی نسبت جو باذن امام اصل عنوۃً مفتوح ہوئی ہو
کما فی الجواہر واما الارض الماخوذة عنوة وقهرا من ید الکفار باذن امام الاصل
المعصوم وقت الفتح فهی للمسلمین کافة (جیسا کہ جواہر الکلام مین ہے لیکن جو زمین

لیجاے بغلبہ و قہر کفار کے ہاتھ سے باذن امام اصل اور وہ زمین بوقت فتح اباد بھی ہو
پس یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے اور جو زمین بی اذن معتبر امام اصل مفتوح ہو وہ
داخل انفال ہی اور ملک خاص ہی امام اصل کی جیسا کہ جواہر مین ہی قال الشیخ بعد ان ذکر
حکم ھذہ الاراضی المفتوحۃ عنوۃ وعلی الروایۃ التی رواھا اصحابنا ان کل
عسکر او فرقۃ غزت بغیر امر الامام فغنمت تکون الغنیمۃ للامام خاصۃ
تکون ھذہ الارضون وغیرھا مما فُتِحَت عَنوَۃً بعد الرسول الا ما فتح فی ایام
امیر المومنین ان صح شیٔ من ذلک یکون للامام خاصۃ ویکون من جملۃ
الانفال التی لہ خاصۃ لا یشرکہ فیہا غیرہ (فرمایا جناب شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ
نے بعد ذکر فرمانے حکم کے اُن زمینوں کی جو عنوۃ مفتوح ہوں اور بنا بر اس روایت
کے جسی روایت کیا ہے ہماری اصحاب نے کہ ضرور جو لشکر یا فرقہ لڑے بغیر حکم امام کر
اور غنیمت پای تو ہوگی غنیمت خاص کر امام کی لیے بنا برین یہ زمینین جو عنوۃ فتح
ہوئین ہین اور علاوہ اُنکی جو فتح ہوئین بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
کے بجز اُسکے جو زمانہ امیر المومنین علیہ السلام مین فتح ہوئین اگرچہ ان زمینون سے
اُن حضرت کے عہد مین فتح ہونا صحیح ہو تو یہ سب خاص کر امام کیلیے ہونگی اور ہونگی ازجملہ
انفال کے جو خاص کر امام کیلئے ہین جنمین سوای امام کی کوئی اسکا شریک نہین ہے) اور
بنا بر اسصورت کے بھی مول لینا حضرت کا تبرع محض ہوگا بلحاظ اسکی کہ جو لوگ
زمانہ سابق سی اسپر تصرفات مالکانہ کرتی رہی تہی اُن پر شاق نہو ورنہ کوئی اسکی
ضرورت نہتی اور بغیر مول لیے بھی اگر حضرت اُسپر تصرف فرماتی تو شرعاً ناروا نہوتا۔
پانچوین یہ کہ تصرفات اگر ارض عنوۃ پر ناجایز ہین تو مراد اس سی وہی ارض ہے

جو وقت فتح معمور ہو جیسا کہ پہلی عبارت مین جواہر کے گذرا اور ارض کربلا کا معمور ہونا وقت
فتح ثابت نہین بلکہ کتب فریقین سے ظاہر ہی کہ وہ اسوقت تک جب کہ جناب امام
حسین علیہ السلام وہان تشریف فرما ہوی ناآباد و موات محض تہی ارشاد شیخ مفیدؒ
مین حال ورود جناب سید الشہداء مین مذکور ہی فلم یزالو یتیاسرون کذلک
حتے انتہوا الی نینوی المکان الذی نزل به الحسین علیه السلام فاذا راکب
علی نجیب له متنکب قوسا مقبل من الکوفة فوقفوا جمیعا ینتظرونه فلما انتهی
الیهم سلم علی الحر واصحابه ولم یسلم علی الحسین علیه السلام واصحابه ودفع
الی الحر کتابا من عبید الله بن زیاد فاذا فیه اما بعد فجعجع بالحسین حیث
یبلغك کتابی هذا ویقدم علیك رسولی ولا تنزله الا بالعراء فی غیر حصن
وعلی غیر ماء وقد امرت رسولی ان یلزمك ولا یفارقك حتی یاتینی بانفاذك
والسلام الی ان قال المفید رحمه الله فاخذهم الحر بالنزول فی ذلك المکان
علی غیر ماء ولا فی قریة فقال له الحسین علیه السلام دعنا ویحك ننزل فی
هذه القریة او هذه یعنی نینوی او الغاضریة او هذه یعنی شفیة قال لا
والله لا استطیع ذلك هذا الرجل قد بعث الی عینا علی یہ اسی طرح بائین
جانب چلتی رہی تا اینکہ نینوی تک پہونچے کہ جہان امام حسین علیہ السلام اترے تھے ناگہان
ایک ناقہ سوار نظر پڑا جو کمان بدوش کوفہ سے آرہا تھا پس سب توقف کرکے اسکا
انتظار کرنے لگے جب سوار ان لوگون تک پہونچا تو اوسنے حر اور اسکے ساتھیون پر
پر سلام کیا اور امام حسینؑ اور اونکے ساتھیون پر سلام نکیا اور حر کو خط دیا جو عبید اللہ
ابن زیاد کیطرف سے تہا اوسمین یہ مرقوم تہا اما بعد پس تنگی کر حسینؑ کیساتہ جہان

اور نہ اُترنے دے انکو

یہانتک کہ میرا خط پہونچے اور میرا نامہ بر تیری پاس آوے اور نہ چھوڑ حسینؑ کو مگر صحرا مین جہان کوئی قلعہ نہو اور نہ پانی ہو اور مینے اپنے نامہ بر کو حکم کیا ہے کہ تیری ساتھ رہے اور تجسے جدا نہو یہانتک کہ مجھکو آکر میرے حکم کے نفاذ کی خبر دے والسلام تا اینکہ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہین پس حر نے امام حسینؑ اور انکی ہمراہیون کو ایسی ہی مکان مین اوتارنا چاہا کہ جہان پانی نتہا اور قریہ مین بہی نہ اُترنے دیا تب اُس ہی امام حسینؑ نے فرمایا کہ وای ہو تجہپر ہمین چھوڑ دے کہ ہم اس قریہ مین اُترین یا اس قریہ مین یعنی نینوا یا غاضریہ مین یا اس قریہ مین یعنی شفنیہ مین حر نے کہا خدا کی قسم مجھے قدرت نہین اس امر پر یہ وہ شخص ہے جو میری پاس نگران مقرر کرکے بہیجا گیا ہی اور یہ مضمون تاریخ کامل مین بہی مذکور ہے اور ادنی تتبع کتب شیعہ پر یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ ارض خراب و ناآباد اگرچہ مفتوح عنوۃ باذن امام اصل ہو ملک خاص امام اصل ہے چنانچہ محقق ابوالقاسم طاب ثراہ شرائع الاسلام مین ارض مفتوحہ عنوہ کے ذکر مین فرماتے ہین واما ما کان مواتا وقت الفتح فہو للامام خاصۃ اور لیکن جو زمین وقت فتح ناآباد ہو پس وہ خاص امام کیلیے ہے) اور صاحب جواہر بعد اس عبارت کے فرماتے ہین بلا خلاف اجدہ بل الاجماع بقسمیہ علیہ مضافا الی المعتبرۃ المستفیضۃ الدالۃ علی ان موات الارض مطلقا من الانفال للامام (بغیر کسی اختلاف کے کہ جسکو مین پاؤن بلکہ اجماع اپنی دونون قسمون سے اسپر ہے مع اون روایات معتبر و مستفیض کے جو دلالت کرتے ہین اسپر کہ مطلقا ناآباد زمین از قسم انفال امام کیلیے ہی) پس بنابرین ارض کربلا ابتدا سے ملک جناب امام حسین علیہ السلام سے تہی اور معاملہ بیع و شرا ظاہری در صورت صحت و وقوع صرف واسطے تحصیل رضای

اُن لوگون کے تہا جو سابق ہی اُسپر متصرف تہی چہٹی اگر ممنوعیت زمین کربلا و قت
فتح تسلیم بہی کر لیجائی تو کہا جائیگا کہ مطلق منتقل کرنا ارض مفتوحہ عنوۃ کا ممنوع
نہین ہی بلکہ بعنوان مصالحہ نقل اسکی جائز ہے کما صرح بہ فی الجواہر وغیرہ پس یہ
ممکن ہی کہ جناب سید الشہدا علیہ السلام نے بعنوان مصالحہ اوسکو اپنی جانب منتقل فرما
ہو اور روایت اشترا مین مراد اشترا سے بہی نقل بالمصالحہ ہو ساتوین یہ کہ عدم
جواز اشتراء ارض مفتوحہ عنوۃ بالاتفاق ثابت نہین بلکہ ایک جماعت کثیرہ علما کا مذہب
یہ ہے کہ بیع اسکی تبعاً لاثار التصرف فیہا جایز ہی کما فی الجواہر وغیرہ پس ممکن ہے
کہ معاملہ اشتراء ارض کربلا اسی نہج پر واقع ہوا ہو اٹہوین یہ کہ جواز بیع ارض مفتوحہ
عنوۃ بلا لحاظ تبعیت اثار تصرف بہی بعض علما کی نزدیک اخبار کثیرہ سے ثابت ہی جیسا
کہ کفایۃ الاحکام مین مذکور ہے **والاقرب القول بالجواز لنا مضافا الی العمل**
المستمر من المسلمین فی جمیع الاعصار المتلاحقۃ من غیر نکیر الاخبار الکثیر
قریب تر بصواب قول جواز بیع ہے ہماری قول کی تائید کے لئی علاوہ اُس استمراری عملدرآمد
کے جو مسلمانون کا تمام زمانون مین ہی بغیر انکار کے رہا ہی بہت سی حدیثین ہین بعد
اسکی احادیث نقل فرمای ہین پس بنا برین صحت اشتراء ارض کربلا مین کوئی اشکال نہین
نوین یہ کہ اگر تصرفات مطلقاً نسبت بارض مفتوحہ عنوۃ کی ممنوع ہین تو اسصورت مین ہین
کہ جب بلا اذن امام واقع ہون اور اگر باذن امام واقع ہون تو بلا اشکال جائز ہین ۔
قال الشہید رحمہ اللہ فی الدروس لا یجوز التصرف فی المفتوحۃ عنوۃ الا باذن الامام
(کہا شہید رحمہ اللہ نی دروس مین نہین جائز ہی تصرف اُس مین جو عنوۃ مفتوح ہو
مگر باذن امام) اور ظاہر ہی کہ جناب سید الشہدا علیہ الاف التحیۃ والثناء امام اپنی زمانہ کے اور صحت

خدا ہے جسکو چاہتی اوسکو تصرف زمین کربلا پر عطا فرماتے پس خود تصرف فرمانا اونکا کیونکر محل اشکال ہوسکتا ہے اور اسصورت مین معاملہ اشترا صرف رفع مشقت وضرر کے لئے ہوگا اُن زمینداروں سے جو اسوقت متصرف تھی دسوین یہ کہ ارض مفتوحہ عنوہ مین مثل دیگر اشیاء غنیمت کے خمس لازم ہی پس ممکن ہی کہ حضرت نے زمین کربلا کو اپنا سہم خمس مین فرض فرماکر تصرف فرمایا ہو اور معاملہ ظاہری اشترا صرف رفع ضرر متصرفین کے لئے ہو جیسا کہ اوپر مکرر گذرا گیارھوین یہ کہ بمقتضای احادیث کثیرہ یہ ہی کہ زمین تمام ملک امام علیہ السلام ہی اور اُسمین تصرفات اُنہین لوگون کی جائز ہین جنکو اجازت امام سے حاصل ہوئی ہو چنانچہ کتاب کافی و تہذیب مین بسند صحیح مروی ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال وجدنا فی کتاب علی علیہ السلام ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین انا واھل بیتی الذین اورثنا اللہ الارض ونحن المتقون والارض کلھا لنا فمن احیی ارضا من المسلمین فلیعمرھا ولیؤد خراجھا الی الامام من اھل بیتی ولہ ما اکل منھا فان ترکھا واخربھا و اخذھا رجل من المسلمین من بعدہ فعمرھا واحیاھا فھو احق بھا من الذی ترکھا یؤدی خراجھا الی الامام من اھل بیتی ولہ ما اکل منھا حتی یظھر القائم من اھل بیتی بالسیف فیحویھا ویمنعھا ویخرجھم منھا کما حواھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا ما کان فی ایدی شیعتنا فانہ یقاطعھم علی ما فی ایدیھم ویترک الارض فی ایدیھم (امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پایا ہمنے کتاب علی علیہ السلام مین کہ ضرور زمین اللہ کیلئے ہی وارث کرتا ہی اوس زمین کا جسی چاہتا ہے اپنے بندون سے اور بہتری آخرت کی پرہیزگارون کیلئے ہی مین اور میری اہلبیت وہ ہین

جنکو وارث کیا ہی اللہ نی زمین کا اور ہم ہین پرہیزگار (اور تمام زمین ہماری لئی ہی پس جو
شخص مسلمانون سی آباد کرے کسی زمین کو پس چاہیی کہ اُسی آباد رکہی اور دی اُسکا
خراج اوس امام کو جو میری اہل بیت سی ہو اور حلال ہی اُسکیلئی جو کچہ اس زمین سی کہائی پس
اگر ترک کر دی اُس زمین کو یا خراب کر دی اُسکو اور لی اُسی کوئی دوسرا آدمی مسلمین سی
بعد اسکی پس آباد کرے اُسکو اور اُٹہائے اُسکو پس وہ شخص اُس زمین کیا حق
احق ہے بہ نسبت اسکی کہ جسنی اسکو چہوڑ دیا ہی ادا کرتا رہی یہ دوسرا شخص خراج اُس
زمین کا اس امام کو جو میرے اہل بیت سے ہو اور حلال ہی اُسکی لئے جو کچہ اس زمین سی کہائی
یہانتک کہ ظہور کرین قائم میری اہلبیت کے شمشیر لیکر پس حاوی ہونگی قائم زمین پر اور محفوظ کرینگی زمین کو اور
نکالدینگی مخالفین کو زمین سے جسطرح حاوی ہوئی تہی اسپر رسول صلعم اور محفوظ کیا تہا اسی زمین کو بجز
اسکی جو ہمارے شیعون کی ہوی پس مقاطع فرمائینگے قائم اس چیز پر جو انکی ہاتہ مین ہی اور زمین انہین کے
ہاتون مین رہنے دینگے) اور نیز کتاب کافی اور تہذیب مین بسند
صحیح مروی ہے عن عمرو بن یزید قال رایت مسمعًا بالمدینة وقد کان حمل
الی ابی عبد اللہ علیہ السلام تلك السنة مالا فردہ ابو عبد اللہ علیہ السلام
فقلت له لم رد علیك ابو عبد اللہ علیہ السلام المال الذی حملته الیه قال
فقال لی انی قلت له حین حملت الیه المال انی کنت ولیت البحرین الغوص
فاصبت اربعمائة الف درهم وقد جئتك بخمسها ثمانین الف درهم وکرهت
ان احبسها عنك وان اعرض لها وهی حقك الذی جعله اللہ تبارك وتعالی فی
اموالنا فقال او ما لنا من الارض وما اخرج اللہ منها الا الخمس یا ابا سیار ان الارض کلها لنا
فما اخرج اللہ منها من شیء فهو لنا فقلت له وانا احمل الیك المال کله فقال یا ابا سیار قد طیبناہ لك و

واحللناك منه فضمم اليك مالك وكل ما في ايدي شيعتنا من الارض فهم
فيه محللون حتى يقوم قائمنا فيجبيهم طسق ما كان في ايديهم ويترك
الارض في ايديهم واما كان في ايدي غيرهم فان كسبهم من الارض
حرام عليهم حتى يقوم قائمنا فياخذ الارض من ايديهم ويخرجهم صغرة
کہا عمر بن یزید سے دیکھا مینے مسمع کو مدینہ مین درحالیکہ لے گئے تھی مسمع امام جعفر صادق
علیہ السلام کی خدمت مین کچھ مال اس سال اور حضرت نے رد کردیا تہا اُسی مسمع پر مینے
پوچہا کہ تیرا امام نی وہ مال جو انکی پاس لیگئی تھی کیون رد کردیا کہا مین جب مال لیگیا ہون تو عرض کیا تہا
کہ مین بحرین مین غوطہ زنی کے لئی مقرر کیا گیا تہا پس مینی چار لاکہہ درہم پائے ہین۔
آپ کی خدمت مین مین اُسکا خمس اسی ہزار درہم لیکر حاضر ہوا ہون اور مکروہ سمجہا
کہ اسے آپ کو نہ دون۔ اور اس سے تعرض کرون حالانکہ یہ آپ کا ایسا حق ہی کہ اللہ
نے آپ کیلئی مقرر کیا ہے ہماری مالون مین امام نے فرمایا کہ آیا نہین ہی ہمارے
لیے زمین سے اور جو کچھ اللہ نے اُس سی پیدا کیا ہے سوائے خمس کی ای ابو سیار
ضرور تمام زمین ہمارے لیے ہے پس جو کچھ کہ پیدا کرے حقتعالی اُسمین وہ ہماری لئی
ہے مینے عرض کیا کہ مین آپ کی خدمت مین کل مال حاضر کرونگا حضرت نے فرمایا
ای ابو سیار ہم نی اُسی تمہاری لیے پاکیزہ کردیا اور تمکو اُس مال سی حلت مین کردیا اپنی پاس
رکہو اس مال کو اور جو کچھ کہ ہماری شیعون کی ہاتون مین زمین سے ہے پس وہ اُسمین بحلال
متصرف ہین حلال ہے یہ تصرف اُنکی لیے یہانتک کہ قیام کرین ہمارے قائم پس وہ
لینگے اونسی خراج اُس زمین کا جو اُنکے پاس ہوگی اور چھوڑ دینگے زمین کو اونکے
ہاتون مین اور جو کچھ کہ اونکے غیر کے ہاتون مین ہی پس ضرور اکتساب اُن اغیار کا زمین

زمین سے حرام ہے اونپر تا اینکہ قیام کرین قائم ہماری پس لی لینگی زمین کو
اُنکے ہاتون سے اور نکال دینگی اونکو درحالیکہ وہ ذلیل ہونگے) اور ظاہر ہی کہ اس بنا پر تصرف
جناب سید الشہداء علیہ السلام کا ارض کربلا پر بالکل محل اشکال نہین اور یہ واضح ہے
کہ معاملہ اشتراء اندرینصورت محض ظاہری و شرعی ہوگا کما مر غیر مرۃ باز ہو
یہ کہ اخبار کثیرۂ اہل البیت علیہم السلام سے صحت تمامی تصرفات امام معصوم علیہ السلام
کی بہ نسبت تمام دنیا کے واضح ہوتی ہی جیسا کہ کتاب کافی میں منقول ہی عن ابی بصیر
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ اما علی الامام زکوۃ فقال احلت
یا ابا محمد اما علمت ان الدنیا والاخرۃ للامام یضعہا حیث یشاء ویدفعہا
الی من یشاء جائز لہ ذلک من اللہ ان الامام یا ابا محمد لا یبیت لیلۃ ابدا
وللہ فی عنقہ حق یسألہ عنہ (ابو بصیر نے امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہی
کہا ابو بصیر نے کہ عرض کیا مینے امام ع سے کہ آیا نہین ہی امام پر زکوۃ پس فرمایا حضرت
نے اے ابو محمد تو نے محال بات کہی آیا نہین جانا تو نے کہ دنیا اور آخرت امام کیلیے ہے
رکھتا ہے اُسے جہان چاہتا ہی اور دیتا ہی اُسے جسے چاہتا ہے اور جائز ہی اُسے یہ امر اللہ
کی جانب سے اے ابو محمد امام ایسی حالت مین شب نہین بسر کرتا کبھی کہ اللہ کا اُسکی گردن
پر کوی حق ہو کہ جس سے اللہ اُس امام سے سوال کرے) اور مؤید اس مضمون حدیث
کے اور بہی احادیث متعددہ اسی کتاب مین موجود ہین پس جو تصرف جناب امام
حسین علیہ السلام نے بہ نسبت زمین کربلا کے فرمایا وہ ہرگز اہل ایمان کی نزدیک محل
شبہ نہین ہو سکتا ہے ہر چند بعد ان وجوہ کے فساد و بطلان اشکال سائل کا بخوبی
ظاہر ہو گیا لیکن انشراح خواطر ناظرین کیلیے جواب سوال مذکور کا جملۃ جملۃ بہی مرقوم ہوتا ہے

قولہ چہ میفرمایند علماء شیعہ درین مسئلہ کہ زمین کربلا جو بعد خلافت خلیفہ ثانی بقہر و غلبہ مفتوح ہوئی تھی **اقول** اولا زمین کربلا کا بعہد خلیفہ ثانی مفتوح ہونا ثابت نہین بلکہ تاریخ طبری سے جو اہل خلاف کے نزدیک اصح التواریخ ہی ظاہر ہوتا ہی کہ تصرف اہل اسلام کا اسپر عہد خلیفہ اول مین ہوا پس سائل صاحب کی تاریخ دانی کا حال بخوبی ظاہر ہوگیا ثانیا ارض کربلا کا مفتوح بقہر و غلبہ ہونا ممنوع ہی اشد المنع کما مر بلکہ سابقا مذکور ہوا کہ احتمال اسکے ارض صلح کا اور ارض من اسلم اہلہا طوعا اور ارض منجلیۃ الاہل ہونیکا ہی وقت الفتح اور غیر معمور ہونا اسکا تا زمان ورود جناب سید الشہداء علیہ السلام ثابت ہی وکل ذلک مما یہدم بنیان شبہۃ السائل **قولہ** اور حضرت سبطین رضی اللہ عنہما اس جہاد مین حسب تصریح مورخین فریقین شریک جہاد تھے **اقول** ہرگز بتصریح مورخین فریقین ثابت نہین کہ احد السبطین فضلا عن کلیہما علیہما السلام کسی حرب مین خلفا کے عہد مین شریک ہوئے ہون اور شرکت جناب امام حسن علیہ السلام جو بعض تواریخ مجہولۃ الاسم والمسمی کیطرف منسوب ہے اوسکو صاحب جواہر الکلام نے بطرح حق نامعتبر قرار دیا ہے اور تواریخ معتبرہ عامہ و خاصہ مین کہین اسکا اثر نہین فادعاء التصریح افک صریح وافتراء فضیح با این ہمہ اگر شرکت ان دونون بزرگوارونکی اس حرب مین ثابت بھی ہو تو سائل کو کچہ مفید نہین اور ہرگز اسپر دلالت نہین کر سکتی کہ جہاد کیلیے جس اذن کی ضرورت ہے وہ امام اصل یعنی امیر المومنین علیہ السلام نے دیا ہو بلکہ یہہ شرکت از قبیل ان دیگر امور کے سمجھی جائیگی جو بضرورت ظہور مین آئے ہین کما لا یخفی علی ذوی الاحلام **قولہ** چنانچہ کتب شیعہ مثل شرائع الاسلام و جواہر الکلام

سب مین اسکی تصریح لکھی ہی کہ سواد عراق بقہر و غلبہ مفتوح ہوا اور اسکی خرید و فروخت و ہبہ و رہن و وقف
وغیرہ کچھ بھی جائز نہین اسلئے کہ مال جملہ مسلمانون کا ہی اقول شرائع الاسلام مین اصلا سواد عراق
کا ذکر نہین یہ نسبت اسکی طرف افترا محض اور باطل لا طائل ہے البتہ جواہر الکلام اور بعض کتب دیگر مین حال
ارض سواد کا مذکور ہی لیکن یہ تصریح اسمین نہین کہ کل سواد بقہر و غلبہ مفتوح ہوا ہو بلکہ بعض کتب
مثل کفایۃ الاحکام وغیرہ مین تصریح اسکی عدم کی واقع ہی کما لا یخفی علی المتتبع باقی ذکر عدم جواز خرید
و فروخت وغیرہ بیع متعلق بخصوص ارض سواد یہ امر شرائع الاسلام مین ہرگز مذکور نہین اور اگر اور کتب مین مذکور
ہین تو بتفاصیل و شرائط معلومہ کہ جو ہرگز مفید سائل نہین ہو سکتی و قد بینت در شطر امنہا فیما سبق
قولہ پہر اسکا خرید کرنا زمینداران نینوا سے حضرت امام حسینؑ کا کیونکر جائز تہا اقول وجوہ متعلقہ اس امر
کی مفصلاً سابقاً مذکور ہوے جنسے معلوم ہوا کہ ہر طرح کا تصرف انجناب کا اسپر خواہ بشرای حقیقی
ہو یا ظاہری بلا اشکال جائز و سائغ تھا قولہ اور چار میل مربع مسافت کو خرید کرکے
خاص اپنے شیعو پر وقف کر دینا جیسا کہ کتب مصائب مین درج ہے کس مذہب
کی رو سے درست ہوا اقول جب تملک ان جناب کا زمین کربلا پر بوجوہ عدیدہ
و دلائل سدیدہ ثابت ہوا تو درصورت وقوع صحت وقف مین بجز اسکے جو مذہب
اہل بیت علیہم السلام سی منحرف اور انکی سفینہ سے متخلف اور ثقلین سی معرض ہو
اسکو کلام ہو سکتا ھے علاوہ برین تمام علماء اہل تشیع کا عقیدہ قطعی اور مذہب
متحتم ہے کہ آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم مثل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تمام مومنین کے نفوس و اموال مین خود انکے نفوس سی اولی بتصرف ہین
اور بعد اسکی انکی کسی تصرف کو جو بنہج اشترا یا بعنوان دیگر واقع ہو خلاف مذہب

اہل تشیع سمجھنا کمال علم وخوش فہمی سائل کی دلیل ہے ۔ اری تو ہنوز ناتمامی ؛
برگردنہ مرد این مقامی ؛ درمکتب علم تختہ برگیر ؛ دہ عشر نخست راز سرگیر ؛
قولہ مذہب شیعہ کے تمام علما کا تمام ایسی زمین مین تصرف نکرنے پر اتفاق ہے ۔
اقول جب کہ اتفاق علما کا عدم جواز تصرف پر بہ نسبت ایسی زمین کے جو عَنوۃً باذن
امام اصل مفتوح ہوئی ہو اور وقت فتح معمور ہو ثابت نہین ہی بلکہ خلاف اسکا ثابت
ہے کما مرّ سابقاً ویؤیدہ قول الشہید الثانی رحمہ اللہ فی المسالک اما لو
فعل ذلک فیہا تبعاً لآثار التصرف من بناء وغرس وزرع ونحوہا فجاز
علی الاقوی فاذا باعہا بائع مع شیء من ہذہ الآثار دخلت فی البیع
علی سبیل التبع وکذا لوقف وغیرہ ویستمر کذلک مادام شیء باقیا من
الآثار فاذا ذہبت اجمع انقطع حق المشتری والموقوف علیہ وغیرہما عنہا
ھکذا ذکرہ جمع من المتاخرین وعلیہ العمل (جیسا کہ سابق مین مذکور ہوا اور موید
ہی اسکے قول شہید ثانی رحمہ اللہ کا جو کتاب مسالک مین ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر تصرف کرے
اس زمین مین باعتبار آثار تصرف از قبیل بناء مکان و نصب اشجار و کاشت اور مثل اسکے
پس جائز ہے بنا بر مذہب اقوی کی پس جبکہ بیع کریگا اُس زمین کو بیع کرنیوالا ہمراہ کسی
چیز کے ان آثار سے تو داخل ہو جائیگی زمین بیع مین بر سبیل تبعیت کی اور اسی طرح اگر وقف
کرے یا علاوہ اسکی اور یہ معاملہ باقی رہیگا جبتک کہ کوئی شئ باقی رہیگی آثار سے پس جبکہ
کل نشان مٹ جائینگی تو منقطع ہو جائیگا حق مشتری اور موقوف علیہ وغیرہما اس زمین
سے اسی طرح ذکر کیا ہی اس مسئلہ کو ایکجماعت نے متاخرین سے اور اسی پر عمل درآمد ہے)
تو باوصف اسکی زمین کربلا کی نسبت جسکا مفتوح عنوی ہونا ثابت ہی نہ باذن امام اصل

فتح کیاجانا اُسکا کسی طرح ثابت کیا جاسکتا ہی اور نہ معلوم ہونا اسکا وقت الفتح ثابت ہے
بلکہ خلاف اُسکا بنہایت ظہور متحقق ہے کیونکر کہا جاسکتا ہی کہ مذہب شیعہ کی علما کا ایسی زمین
کے تصرف نکرنے پر اتفاق ہی ماھذا الا قلۃ الحیاء وکثرۃ الغباوۃ قولہ بلکہ خود سواد عراق
کی تصریح کرکے اسکو تحریر کرتے ہین اور ایسی زمین کی نظیر سواد عراق دیتے ہین اقول
سنا یقا نذکور ہوا کہ تمام علمائ ہرگز ارض مفتوحہ عنوۃ کے مسئلہ مین سواد عراق کو ذکر نہین کیا
البتہ بعض علمانے ارض مفتوح عنوۃ کی مسئلہ مین سواد عراق کا ذکر کیا ہے اور متعلق اُسکی جو
تحقیقاین ہین وہ ہرگز سائل کے لئے بیاض الوجہ کی مفید نہین بلکہ مستلزم عکس کی اُسکے
لیے ہین قولہ اور ایضا اسمین دفن ہونا شیعونکا اور دور دور سے اپنے مردون کا لیجانا کیونکر
جائز ہوگا ؟ اقول چونکہ ائمہ سلام اللہ علیہم اجمعین نے زمان حضور کی بہ نسبت اجازات خاصہ
اور زمان غیبت کی بہ نسبت اجازت عامہ اپنے سب شیعون کو غنائم اہل جور مین تصرف
کے لئے عموماً اور ارضین کی بہ نسبت خصوصاً عطا فرمائی ہین اس لئے بھی دفن ہونا
شیعون کا ارض کربلاء معلی اور دیگر مشاہدین مطلقا محل اشکال نہین ہے اور زعم
سائل کا منشاء اُسکا جہل ہے اخبار اہل البیت علیہم السلام اور تحقیقات علمای اعلام
اعلیہم اللہ دار السلام سے فلا یلومن الا نفسہ قولہ اسلیے کہ غصب حقوق مسلمین
کرکے اُسپر امیدوار مغفرت ہونا اور غصبی زمین مین دفن ہوکر فشار قبر سے امان پانا
اگر یہی مذہب ہے تو بنا بر مذہب شیعہ حضرات شیخین پر بھی بوجہ دفن ہونے روضہ
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو شیعون کی نزدیک حق ورثہ ہے یا غصب
حقوق مسلمین سے فشار قبر نہوا ہوگا بلکہ ثواب ملا ہوگا ؟ اقول ارباب عقول
پر اس مقام سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اصل مقصود

مقصود سائل کا اس سوال رکیک سے بحسب مزعوم خود ایک گونہ تشفی حاصل کرنی
ہے اُس اذیت قلبی سے جو اوسکو شیعونکی طعن دفن شیخین سے پہونچتی
ہے لیکن جب سائل جواب مسکت اپنے سوال کا دیکھیگا تو غالباً وہ اپنی سعی خائب
پر کمال متحسر ہوگا اور تضاعف تاذی سے نہایت متالم ہوگا بالجملہ یہ مضمون غرابت
مشحون تتمہ سوال سراسر بین الاضمحلال ہے اور ہر عاقل پر بیان سابق سے
بخوبی روشن ہے کہ شیعہ بسبب دفن کرنے اپنے اموات کی زمین کربلا مین یا وصیت
اپنی دفن کی کرنے سے ہرگز غصب حقوق مسلمین نہین کرتے اور نہ غصب حقوق
کرکے امیدوار مغفرت ہوتے ہین بلکہ وہ اپنے موالی طیبین سلام اللہ علیہم
اجمعین کے اجازت صریحہ واباحت صحیحہ کے سبب سے بحمد اللہ طیب المولد اور
طیب المنشاء اور طیب المدفن ہین اور چونکہ ابتداء ولادت سے انتہاء وفات تک
مشمول الطاف ایزد غفار ومحفوف مراحم رسول مختار وائمہ اطہار سلام اللہ علیہ
وعلیہم آناء اللیل واطراف النہار رہتے ہین لہذا بعد مرگ بھی جوار مزار فائض الانوار
ابی الحجج المصطفین الاخیار مین دفن ہونیکو سبب قوی حصول رحمت پروردگار
وشمول لطف داور دادار سمجھکر امیدوار مغفرت مراحم غفار ومترقب انجاح مسئول
ائمہ ابرار سلام اللہ علیہم ما وصف الصبح بالاسفار ہوتے ہین مگر وہ لوگ
جنکے اسلاف نا انصاف بادی غصب خلافت واغتصاب فدک وغیرہ ہوئی ہین
اور آجتک وہ اخلاف اخلاف الاخلاف بوراثت اس سجیہ نامرضیہ کے مرتکب
ہین اور ہوتے ہین وہ کاش آج بھی تاویل صحیح اور توجیہ وجیہ فعل دافنین مدفونین
حجرہ رسول علیہ وآلہ الاف السلام ما ہبت القبول کی بتائین اور اپنی اس عار و شنار

کو بجد وجہد وافر منا ئین لیکن یہ کہان ممکن ہے اسلیے کہ اونکی علماء محققین خود

تصریح کر گئے ہین کہ حجرات ازواج ملک ازواج نہتی اور اسی لیے بعد ازواج

ملک ورثہ ازواج مین نہ آئے اور شامل مسجد کر دئے گئے کما فصل فی التسلیم

من کتب القوم پس جب ملک ازواج نہوئے تو بنا بر اونکی اصل فاسد کی مال

جملہ مسلمین کے ہونگے اور نہ یہ کہین ہی ثابت ہوتا ہی کہ عامہ مسلمین سے

شیخین نی اجازت دفن لی ہو بلکہ عدم اسکا ثابت ہی کما لا یخفی علی من لاحظ[له]

الروایات الواردۃ فی طبقات ابن سعد و تاریخ الطبری وغیرہا من

الکتب المعتبرۃ اور بہلا وارثان میراث رسول ہی تو وہ اجازت کیون لیتی کہ اونکو

خود ہی محروم کر چکے تہے پس اب اہل خلاف عموماً اور سائل صاحب خصوصاً بیان

فرمائین کہ اگر حضرات شیخین غاصب حق رسول نہین ہین تو کیا ہین اور مخفی نرہے

کہ سائل کا یہ بیان کرنا کہ دفن شیخین روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین شیعون

کے نزدیک غصب حق ورثہ ہے یا غصب حقوق مسلمین ہے خالی تلبیس سے نہین

اسلیئے کہ شیعون کے نزدیک امر تحقیقی یہی ہی کہ دفن شیخین سے غصب حقوق

ورثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا اور غصب حقوق مسلمین کا ذکر انکے کلمات

مین بصراحت الزام اہل خلاف کے لیے ہی جو حضرت ابو بکر کی وضعی حدیث سی ورثہ

رسول کو محروم اور مال رسول کو مال عامہ مسلمین سمجہتے ہین علی کل حال جب شیخین

بحسب اصول مسلمہ فریقین بار عظیم غصب سے اسوقت تک دبے ہوئے ہین اور

بالخصوص شیعون کا مذہب غاصبین اور ظالمین کے باب مین ظاہر ہی تو پہر

سائل کا یہ امیدوار ہونا کہ اونکو بنا بر مذہب شیعہ اس غصب عظیم سی فشار قبر نہوا

له جیسا کہ فدک کی بحث مین بحوالہ روایات متواترہ کو طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری وغیرہ مین ۱۲ ملاحظہ کیجئے

بلکہ ثواب ملا ہو گا اگر محل افسوس نہین تو لایق سخت افسوس کے ضرور ہے اور استفسار
اس امر کا شیعو سنی ولو تعنتا بغایت قابل استعجاب و استغراب اولی الالباب ہی اسلئے کہ
انکی بابین جو اسکا جواب باصواب ہے وہ اہل سنت کیلئے نہایت مورث التہاب و احتراق ہی اور نہ
اسکی ظہور مین کچھ خفا و احتجاب ہی اور اگر فی الواقع تحقیق اس امر کی سائل کو منظور ہی تو انکو
زمان قیام قائم آل محمد علیہم السلام کا انتظار ضرور ہے اسواسطے کہ انشاء اللہ تعالی
اوس زمانہ مین جو کچھ لازم الظہور ہے وہ اہل حق کیلئے موجب کمال سرور و حبور اور باعث
مظہر مواعید حشر و نشور و رافع حجب و ستور ہونیکی اہل باطل کیلئے سبب نہایت تضجر و حسور مصداق
اذا بعثر ما فی القبور و حصل ما فی الصدور ہے قولہ سائل امیدوار ہی کہ
جواب اسکا قابل اطمینان عام مسلمانون کی تحریر فرمایا جاوی بینوا توجروا اقول
الحمد للہ کہ جواب السائل کا بعرض تحریر مین آیا شیعیان اہل بیت علیہم السلام کیلئے خواہ
خواص ہون یا عوام ضرور مفید اطمینان تام ہے اور دافع اشکال خصام ؛ و قاطع
لسان قاصدین الزام بہی علی نہج التمام ہے۔ باقی رہا اطمینان مدعیان اسلام ؛ و
مضمرین و مظہرین مخالفت سرور انام ؛ و آل کرام علیہ و علیہم الاف السلام ؛ ما ھم الا عمام
وھد رھمام ؛ پس چونکہ قلوب سقام انکی مختوم ہین بختام ملک علام لہذا ترقب اوسکے
حصول کا نہین ولو فی یوم الحشر و القیام ؛ واللہ الوازع بلطفہ و الانعام ؛ عن زلات
الاقدام و عثرات الاقلام ؛ و سقطات الکلام ؛ و کبوات الافہام ؛
و سطوات الاوہام ؛ وھو الموفق بالالہام و الالہام ؛ لجلاء الاحلام
برفع الاعلام ؛ لنیل المرام ؛ بلطف النظام
و حسن الختام ؛ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ الاکرمین

فہرست کتب دینیہ

تنزیہ اثنا عشریہ ملقب بہ نصرۃ المومنین جواب باب اول تحفہ عـہ۔ مجلدات عبقات الانوار یعنی حدیث ثقلین و نور و لایت و طیر و تشبیہ و مجلد غدیر کا حصہ سوم جلد اول کا ہر ایک عـہ اور حصہ دوم جلد اول غدیر کا عـہ۔ تنزیہ اثنا عشریہ جواب باب چہارم تحفہ للعہ
رمی الجمرات جواب آیات بینات ہر سہ جلد ۱۲ ر۔
تشفی خوارج عہ اخسا عہ عشرہ کاملہ ۸ ر
مبصر ۶ ر کشف الحجاب ۹ ر یہ پانچ کتابیں ایک ہی سوال کا جواب ہیں حد تحقیق
بمشرب سنی عہ ر۔
مفید العوام مطبوعہ دہلی ۸ ر۔ در المصائب ۱۲ ر شمع المجالس ۴ ر مجالس الابرار
ترجمہ بحار الانوار عہ ر۔ ریاض فکر سفر نامہ کربلا مع نقشہ ۴ ر جنگ خیبر ۴ ر
مائتین فی مقتل الحسین عہ ر۔ شرایع الاسلام مطبوعہ لکھنؤ معہ شرایع الاسلام قلمی خط عربی عمدہ نسخہ ہے عـہ شرح لمعہ قلمی خط مایقرا النستعلیق نسخہ کامل معہ فروع کافی از کتاب الطہارۃ تا کتاب الحج نہایت عمدہ خط ہے قلمی قدرے کرم خوردہ عـہ ابواب الجنان قلمی خوشخط عہ۔ حق الیقین قلمی ے صحیفہ کاملہ قلمی عـہ شفاء الصدور شرح زیارت عاشورا قرآن مترجم محشی مطبوعہ مطبع شیعہ ر۔ حمائل قلمی جدول آیات طلائی اول کے ۲ صفحہ اور آخر سی پارہ کا دیوان حافظ خط ثلث ایک شعر لاجوردی ایک شنجرفی ہر صفحہ میں ہے بہت قدیم لکھا ہوا قابل کتب خانہ رؤسا ہے رسالہ روشنی ۱۲ ر سالانہ۔ رسالہ انتصار الشریعۃ ۱۲ ر سالانہ امید ہے کہ مومنین ناظرین فوخت ان کتب کی توجہ فرما کے ممنون منت فرماوینگے۔
اگر کوئی کتاب طبع کرانی ہو تو بذریعہ خط و کتابت طے فرماویں۔

المشتہر
سید مظفر حسین مالک مطبع مطلع الانوار۔ لکھنؤ، نخاس